اسناد کے لفظی ترجمہ کے تکنیکی مسائل

یوسف حسین (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جامعہ پشاور)

ABSTRACT:

Although many books and articles have been written on the art and profession of translation and the challenges that an interpreter faces during delivering quality translation, but i this paper discusses the technical problems of translation that are faced by Persian and Urdu translators in everyday translations. A discussion on the technical problems of translation and the rules for overcoming these problems is part of this paper. There is a detailed discussion on some important points for the translator to keep in mind during translation and to follow the prevailing rules.

Key Words: Literal Translation, Formal Documents Translation, Technical Issues in Translation,

کلیدی الفاظ: فن ترجمہ، ترجمہ کے تکنیکی مسائل، تحت لفظ ترجمہ، رسمی اسناد کا ترجمہ

مسئلے کا بیان:

اسناد و متون کا ترجمہ کرتے وقت ایک مترجم کو کن آزمائشوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اس مقالہ کے مباحث میں سے ہیں۔ گذشتہ پندرہ سالوں کے دوران راقم کو رسمی اور غیر رسمی دستاویزات کا ترجمہ کرتے ہوئے بہت سے ایسے تکنیکی مسائل اور نکات سے شناسائی ہوئی جو بیشتر موقعوں پر اکثر نو آموز مترجمین ان مسائل اور آزمائشوں کو نظر انداز کر دئے ہیں اور ترجمہ کا درست حق ادا نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں ضروری خیال کیا گیا کہ رسمی دستاویزات کے سلیس اور سطر بہ سطر ترجمہ کے ان تکنیکی نکات پر بحث کی جائے جس سے ہر ترجمہ نگار رکو گزرنا پڑتا ہے۔

فن ترجمہ ترجمہ نگار کے لیے جتنا دلچسپ مشغلہ ہوتا ہے اتنا ہی تھکا دینے والا اور مغز خوری کا پیشہ بھی ہے بشر طیکہ ترجمہ کا صحیح حق ادا کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص دو زبانوں پر عبور رکھتا ہو اسمیں ترجمہ کرنے کی مہارت اور صلاحیت بھی موجود ہو۔ فن ترجمہ میں اگر تکنیکی نکات کو مد نظر نہ رکھا جائے تو ممکن نہیں قاری کو ذریعہ کی زبان کا کوئی خوبصورت متن یا مفہوم پڑھنے کو ملے۔ پاکستان میں اس فن کو سیکھنے کے لیے کوئی مستند تربیتی کورس یا ادارہ موجود نہیں جو ترجمہ نگاروں کو ترجمہ کی تکنیک اور قواعد سیکھائے۔ ترجمہ کے لیے نمل یونیورسٹی اسلام آباد میں بنیادی کورسز ہیں لیکن اس میں ترجمہ کی تربیت کے حوالے سے کوئی موزون کورس مرتب نہیں ہے۔ اس اہم پیشے سے متعلق تربیت کے فقدان کی وجہ سے آج تک پاکستان میں کوئی نامور ترجمہ نگار پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اس پیشے سے وابستہ کسی مناسب سندی ادارہ نے سنجیدگی سے کام کیا۔ بیرون ممالک میں اکثر جامعات میں فن ترجمہ کی تربیت کے لیے باقاعدہ نصاب اور ماہرین ترجمہ ہوتے ہیں۔ راقم گذشتہ دو

دہائیوں سے اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ ترجمہ نگاری سے بھی وابستہ ہے۔ ان دو دہائیوں کے دوران علمی و ادبی مقالات کے ترجمہ سے لیکر سرکاری دستاویزات تک ترجمہ کرنے کا کام کرتا رہا۔ بیشتر کام فی سبیل اللہ نوعیت کا تھا۔ اس پوری مدت میں مختلف نوعیت اور موضوعات کے تراجم سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس فن کی پاکستان میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ ترجمہ نگار کو اسکا اتنا حق الذحمۃ ادا نہیں کیا جاتا جتنا اسکا حق بنتا ہے اور ترجمہ نگار کی اس مشقت اور محنت کو در خور اعتناء نہ سمجھتے ہوئے اکثر ترجمے کا کام افراد اور اداروں کے توسط سے مفت میں کرانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ بیرون ممالک میں ترجمہ نگار اس پیشے سے اچھا خاصا پیسہ کماتے ہیں۔ دوسرے پیشوں کی نسبت یہ کام کافی دقت، محنت طلب اور بوجھل کام ہے۔ اور ناچیز حق الزحمۃ کے بدلے ترجمہ نگار کو اس کام سے حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اس مدت کے دوران سرکاری مکتوبات، دستاویزات اور رپورٹوں کے علاوہ سابقہ ریاست چترال کے فارسی دستاویزات جو چترال عدالت کی جانب سے ترجمہ کے لیے موصول ہوتے رہے، ان اسناد میں بیشتر زمین کے تنازعات سے متعلق عدالت میں زیر سماعت کیسز ہوتے تھے۔ ایسے قانونی حیثیت رکھنے والے دستاویزات کا ترجمہ کرتے وقت فارسی متن میں موجود بیشتر مقامی کھواری زبان کے الفاظ جیسے؛ شیر موژی یا شیر موژاں، گشٹ، خلمندی، بگارش وار، شاران، ایشکی، شوشپ، بیری، سادز، غاری، اقسقلان و اکابران، موژ گول، اشقال پٹی اور اشقال بیگل پائے جاتے ہیں۔ ایک ترجمہ نگار کے لیے چترال کے جغرافیہ، ثقافت، رسومات اور زبان سے ناآشنائی کی صورت میں ان الفاظ کا ترجمہ کجا اسکا ادراک بھی مشکل ہے۔ اسی طرح اراضی سے متعلق دستاویزات میں زمین کی پیمایش، رقبہ اور حدود اربعہ کے نام اور حد بندی کے الفاظ جیسے؛ یک چارک تخم، چکورم وغیرہ کھواری زبان میں لکھے جاتے تھے جبکہ باقی متن فارسی میں تحریر کیے جاتے تھے۔ یہاں کے ذاتی خطوط، عہد نامے، معاہدے اور اسناد دری میں جبکہ سرکاری دستاویزات ہندوستانی فارسی میں تحریر کیے جاتے تھے۔ سرکاری دستاویزات میں بیشتر انگریزی و ہندوستانی الفاظ و اصطلاحات کی آمیزش کی وجہ سے بیشتر ترجمہ نگار ان اسناد کا درست ترجمہ نہیں کر سکتے۔ ایسے دستاویزات کے ترجمہ کے لیے نہ صرف فارسی زبان پر کامل عبور کی ضرورت ہے بلکہ چترال کی مخصوص اصطلاحات اور سماجی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے وہاں کی ثقافت، زبان، روایات اور رسومات کا ادراک بھی ضروری ہے۔ ترجمہ کرتے وقت مخصوص مقامی اصطلاحات کی وضاحت قوسین کے اندر، حاشیہ یا فٹ نوٹ میں پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس قسم کے متن میں موجود مخصوص اصطلاح کی وضاحت کے لیے اگر ایک ترجمہ نگار مخصوص لفظ یا اصطلاح کا متبادل ترجمہ نہیں ڈھونڈ پاتا تو ایسی صورت میں اگر وہ کسی لفظ یا اصطلاح کا متبادل تجویز کرتا ہے تو اس صورت میں ترجمہ نگار پابند ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت کرے کہ اس نے کیوں یہ قدم اٹھایا۔ اور اسکو یہ امید رکھنی چاہیے کہ متبادل اصطلاح اہل علم و ادب کے ہاں قابل قبول ہو اور اسکا ادراک عام فہم ہو۔ اس صورت میں عقل سلیم common sense سے استفادہ ضروری ہے۔

اس سلسلے میں الفاظ و محاورات کی متبادل سازی سے متعلق جو اصول لارنس ونوتی (۱۹۵۵) نے بیان کیے اگر اسی روش کو ترجمہ میں اپنا کر الفاظ کی مقامی سازی (Domestication) اور بیگانہ سازی (Foreignization) کا تعین کریں تو ترجمہ کے متبادل الفاظ کی صحت، بر موقع و محل استعمال اور اقتباس کے ساتھ وفاداری معیاری بن سکتے ہیں۔

ترجمہ کے اصول کی رو سے ایک غیر وفادار ترجمہ بہترین ترجمہ ہو سکتا ہے۔ گرچہ رسمی دستاویزات میں بے وفا ترجمہ نگار خائن الفطرہ مانا جاتا ہے اور وفادار ترجمہ نگار کو لکیر کا فقیر کہا جاتا ہے۔ دونوں قسم کے ترجمہ نگار کے دائرہ کار کو سمجھنے کے لیے نوعِ متن Text Typology اور ذریعہ کی زبان کی نوعیت کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ترجمہ نگار بد دیانت اور غدار ہے یا اصل متن کے ساتھ وفادار ہے۔ یہاں ہماری گفتگو کا محور و نکتہ الفاظ و محاورات کی درست متبادل سازی ہے۔ متبادل سازی کے لیے طے کردہ اصولوں کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ البتہ ناگزیر صورت میں ترجمہ نگار ذہنی اختراع سے اگر کسی لفظ، اصطلاح یا عبارت کو مقامیت کے کسوٹی پر پرکھ کر اسکے لیے کوئی مناسب متبادل وضع کرے تو احسن کام ہے۔

ترجمہ کرتے وقت ذریعہ کے متن سے دقیق ترجمے کا متبادل نہ ملنے کا بھی امکان موجود ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ترجمہ نگار کو لکیر کا فقیر بننے کی بجائے عقل سلیم کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنی طرف سے بھی کوئی مناسب ترکیب استعمال کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ ترکیب اصل اقتباس کی روح کے ساتھ متصادم نہ ہو اور معنی کو غتربود نہ کرے۔

دفتری اصطلاح سازی کے لیے پروفیسر ڈاکٹر عطش درانی اور اس سے قبل وضع اصطلاحات کے حوالے سے مولوی وحید الدین سلیم[۱] نے جو قواعد متعین کیے ہیں وہ اردو ترجمے کے لیے فی الوقت درست ہیں۔ البتہ نئے مفاہیم آنے کی صورت میں ترجمہ نگاروں کو ذاتی صلاحیت اور استعداد کو بروئے کار لانا پڑے گا۔ اس ضمن میں مقتدرہ قومی زبان نے اصول ترجمہ سے متعلق جو کتابیں شائع کی ہیں ان کا مطالعہ ترجمہ نگاروں کے لیے ضروری ہے۔ ایک چیرہ دست اور ماہر ترجمہ نگار بننے کے لیے رسمی اسناد و مدارک کے ترجمہ کے لیے دفتری اصطلاحات کی لغت[۲] کا استعمال بھی ضروری ہے۔

درسی کتابوں، مذہبی دعا و مناجات کی کتابوں، سائنسی کتب اور فلسفہ کی کتاب کو ترجمہ کرتے وقت ہر ایک شعبہ سے متعلق اصطلاحات کے خصوصی معنی و مفہوم کا ادراک مترجم کے لیے از حد ضروری ہے۔ چند سال پہلے ایک نو آموز ترجمہ نگار نے فارسی کی ایک مذہبی کتاب کو پشتو زبان میں لفظی ترجمہ کیا۔ گرچہ ترجمہ نگار نے حسن وفاداری سے ترجمہ کا حق ادا کیا لیکن دوسری زبان کے الفاظ اور اسماء کی درست شناخت اور متبادل مناسب لفظ اور نام کو مد نظر رکھے بغیر متن کا ترجمہ کیا۔ طباعت سے قبل، ترجمہ نظر ثانی اور رائے زنی کے لیے مجھے موصول ہوا۔ اصل فارسی متن اور پشتو ترجمے کو سامنے رکھ کر کتاب کی پہلی سطر پر نظر پڑی تو پہلے فقرے پر ہی اٹک کر ترجمہ کو ناقص قرار دیا۔ ترجمہ نگار نے فارسی کے فقرہ؛ "ای ھدھد سلیمانی" کا ترجمہ پشتو میں "اے د سلیمان ٹلاچرگہ" کیا تھا۔ حالانکہ با معنی اور سنجیدہ ترجمہ کے لیے "ملاچرگک" کی

بجائے ہُدہُد کے لیے کسی اور پرندے کا نام بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ اس قسم کے متن کے ترجمہ کے لیے ضروری ہے کہ ترجمہ نگار موضوع پر کامل دسترس رکھتا ہو۔ مبداء اور مقصد کی زبان پر عبور رکھتا ہو۔ اور ترجمہ کرتے وقت ہدف کو مد نظر رکھ کر اقتباس کا ترجمہ کرے۔

ادبی و فلسفیانہ کتب کے تراجم کے لیے وضاحتی ترجمہ Descriptive Translation کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ادبی اور فلسفانہ موضوعات کا کمپیوٹر میں Keystroke Logging کے ذریعے ترجمہ کرنا درست نہیں کیونکہ اس قسم کے ترجمہ میں ترجمے کا متن یا سطر مکمل ہونے کے بعد کمپیوٹر کی سکرین سے غائب ہو جاتی ہے اور متن کو دوسرے متون سے ملانے کا تسلسل قائم نہیں رہتا۔

ادبی نوعیت کی کتب کے تراجم میں ادبی اصطلاحات اور مفاہیم کا ادراک از حد ضروری ہے۔ ادبی کتاب کو ترجمہ کرتے وقت ذریعہ کی زبان کے محاورات کے لیے ترجے کی زبان میں درست متبادل محاورہ کو تلاش کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں ترجمہ کے حوالہ سے آذرنگ نے فارسی کلاسیکی ادبیات میں ایسی چند نادر کتب کا ذکر کیا ہے[۳] جس پر اصل تالیف کا گمان ہونے لگتا ہے جیسے بوعلی سینا کی کتاب الشفاء یا کلیلہ و دمنہ وغیرہ ترجمہ نگاروں نے اتنی نفاست اور سلاست کے ساتھ ترجمہ کیے ہیں جس پر اصل فارسی کتاب کا گمان ہوتا ہے۔

قدیم فارسی میں ترجے کا کام عموماً دو زبانوں پر عبور رکھنے والے مترجمین کرتے تھے۔ کلاسیکی فارسی کے معتبر ترجمہ نگاروں میں ابوریحان بیرونی کافی معروف ہیں۔ ابوریحان کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے عربی، طبری، سنسکرت، تخاری، ہندی، پہلوی اور دیگر زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ کیے۔ محض ابوریحان البیرونی جو چند زبانوں پر دسترس رکھتا تھا اور سنسکرت سے عربی اور فارسی میں ترجے کا کام کرتا تھا، ماضی میں دیگر ترجمہ نگار صرف ایک ہی زبان سے دیگر زبان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ترجمہ نگاروں نے عربی سے فارسی یا طبری سے فارسی میں قدیم نسخوں کے ترجمہ کیے جبکہ البیرونی کئی زبانوں پر عبور رکھنے کی وجہ سے مختلف زبانوں سے ادب، تاریخ، منطق اور دیگر علوم کی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کیا۔

ترجمہ نگاری میں مصنف اور قاری کے درمیان ترجمہ نگار کی اعتدال پسندی اور میانہ روی کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ترجمہ میں افراط و تفریط ایک اچھے ترجمہ نگار کو خیانت کار یا غدار مترجم بنا سکتی ہے۔ اگر متن کی اصل روح کو متاثر کرکے غیر ضروری اقتباس کو از خود شامل کرے تو ترجمہ نگار بددیانتی اور بغاوت کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ اس لحاظ سے، ترجمہ نگار کو معمول کے اصول او قواعد کی پیروی کرنی چاہیے۔

اگر کوئی ترجمہ نگار دانستہ یا نادانستہ طور پر اقتباس کے اہم نکات کو فراموش یا نظرانداز کرے یا اس سے جان چھڑانے کا ارادہ کرے تو یہ سیاق کے ساتھ سراسر غداری اور بددیانتی ہے۔ اسلیے اچھے /بُرے ترجے کو وفاداری کے کلیدی مفہوم یا بلاواسطہ ربط سے جانچنا چاہیے۔

ادبی اور مشہور کتاب کے لفظی ترجمہ کے حوالہ سے ایک مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ محمد بشیر عالمی سکردوی کا ترجمہ "ایران کے ادبی ماضی پر ایک نظر" فنی ترجمہ کے نقایص کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ یہ کتب ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب کی کتاب" نگاہی بہ گذشتہ ادبی ایران" کا لفظی ترجمہ ہے۔ انہوں نے فارسی کے الفاظ کو ہو بہو اردو میں ترجمہ کیا ہے جو اردو میں متفرق معنی کے حامل ہیں۔ جیسے مہم، سازش، گزارش، جائزہ، صحبت، علاقہ، لطف، مذاق، میل وغیرہ۔ اس ترجمہ میں فارسی الفاظ میں برقرار اور قائم دونوں کو لایا گیا۔ اسی طرح جملہ "اپنی

عمر کے اکثر حصے کو روم میں سپری کیا"[۴] میں سپری خالص فارسی لفظ ہے جبکہ اسکا متبادل اردو زبان میں "گزارے" یا "بسر کیے" کے الفاظ موجود ہیں۔ اسی طرح مخصوصاً کے لفظ کو ہو بہو فارسی سے اردو میں شامل کیا ہے۔ تشویق کو جوں کا توں لایا گیا ہے۔ "سفینہ طالبی اور مسائل الحیات در واقع دو ایسے رسالے ہیں"[۵] میں "در واقع" محض فارسی میں مستعمل ہے اردو میں "حقیقت میں" کا استعمال درست رہے گا۔ نمونہ کے طور پر فصل ۴۶ کے ابتدائی جملے کے ترجمہ پر غور کریں تو ترجمہ نگار موصوف نے متن کا یوں ترجمہ کیا ہے؛"مغربی دنیا کے ادبی اور علمی مآثر سے اقتباس و ترجمہ سے متعلق اٹھنے والی تحریک جو کہ مخصوصا دارالفنون کی تاسیس کے بعد اور پھر دارالترجمہ اور دارالتالیف ناصری کے توسط سے شدت پکڑنے کے بعد دوام پاگئی تھی۔۔۔"[۶] فارسی کا اصل اقتباس کچھ یوں ہے؛"نہضت ترجمہ و اقتباس از آثار ادبی و علمی دنیای غرب کہ مخصوصا بہ دنبال تاسیس دارالفنون و سپس از طریق دارالترجمہ و دارالتالیف ناصری فعالیت و استمرار یافت۔۔۔"[۷] متن سے چونکہ سطر بہ سطر ترجے کی بو آرہی ہے اسلیے مطلب کو سمجھنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بہتر ہوتا جملے کو کئی فقروں میں تقسیم کر کے سطروں کے مفہوم کو سادہ الفاظ میں بیان کیا جاتا۔ بااحتمال قوی کی بجائے اردو میں زیادہ امکان مناسب لفظ تھا۔ "اس حصے کی بابت"[۸] کی بجائے اس جزو سے متعلق کا استعمال زیادہ مناسب لگتا۔ پہلوی متن کے نویسندوں[۹] کی بجائے پہلوی اقتباس نویسوں، لکھنا زیادہ مناسب لگتا ہے۔ اسی طرح اسی صفحہ کی سطر "دیگر ناموروں کے بارے میں نقل ہوا ہے" کی بجائے دیگر مشاہیر کا ذکر ہوا ہے، لکھنا حسب مفہوم ترجمہ ہوتا۔ اسی صفحہ کے اخیر میں "مغایرت" کے لفظ کو اردو میں سمویا گیا ہے۔ بہتر تھا فرق کے لفظ پر ہی اکتفا کیا جاتا۔ اس قسم کے ترجمہ سے متن یا سطر مکمل طور پر بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی ادبی نوعیت کی کتاب میں موجود سیاق کے الفاظ و محاورات کی نشست کو ان کے درست نعم البدل اُردو فقروں کی کسوٹی میں پرکھا جائے اور ساتھ ساتھ اگر دقیق سیاق اور فقروں کی طرف توجہ مرکوز رکھی جائے تو مطلب زیادہ آسان اور واضح ہو سکتا ہے۔

سب سے زیادہ اہم ترجمہ رسمی و سرکاری دستاویزات کا ترجمہ ہے۔ اس قسم کے ترجمہ میں ترجمہ نگار کو زیادہ امانت داری و وفاداری کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ رسمی دستاویزات حساس نوعیت کی ہوتی ہیں اور معمولی ہیر پھیر سے مفہوم تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں رسمی دستاویزات کا ترجمہ کرتے وقت ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو سلیس اور عام فہم ترجمہ سامنے آسکتا ہے:

ا۔ اقتباس کی اصل روح کو متاثر کیے بغیر سادہ اور عام فہم الفاظ میں اصل متن کے فکر و خیال کو درست انداز میں منتقل کرنا۔

ب۔ بین السطور میں موجود غیر ضروری مترادفات اور ہم معنی الفاظ کو حذف کر کے ترجمہ کے ایک ہی لفظ پر اکتفاء کرنا۔

ج۔ اس بات کا لحاظ رکھنا کہ ترجمہ کے دوران سند کی نوعیت اور معیار کیا ہے۔ اگر رسمی سند کسی تعلیمی ادارے کی ہے تو ڈگری کے لیے الگ معنی (سرٹیفیکٹ) ہے اور اگر عدالتی کیس ہے تو وہاں ڈگری الگ معنی رکھتا ہے۔ اسی طرح

میڈیکل سے وابستہ سند میں لیبر روم کے معنی الگ ہیں جبکہ تعمیراتی کمپنیوں کی اسناد میں لیبر روم جدا معنی کا حامل ہے۔ اس ضمن میں ترجمہ کرتے وقت ہر سند کے مزاج اور صنف کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

د۔ عسکری اصطلاحات عام مروجہ اصطلاحات سے یکسر مختلف ہیں۔ فارسی میں قدمہ انگریزی میں step کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ عسکری اسناد میں یہی لفظ Echelon کے معنی ادا کرتا ہے۔ لہٰذا عسکری اسناد کے ترجمے کے لیے ملٹری ڈکشنری سے رجوع کرنے کے ساتھ ساتھ عصری ہتھیاروں اور جنگی ساز و سامان، تکنیک اور فوجی عہدوں کے ناموں کا ادراک ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

ھ۔ عام اسناد میں جہاں ہم لفظ کلاسیفائڈ کا ترجمہ درجہ بندی کرتے ہیں وہاں خفیہ اسناد میں اسکا ترجمہ "انتہائی خفیہ" اور انگریزی میں Top Secret درست آتا ہے۔ اسی طرح سینکڑوں دیگر الفاظ ایسے ہیں جو حساس اسناد میں خصوصی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ اس قسم کے اسناد کا ترجمہ گوگل یا مشینی ترجمہ کے ذریعے کرنا درست نہیں ہے۔

و۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ مشینی ترجمہ یا گوگل ترجمہ سو فیصد درست ترجمہ نہیں۔ مشین الفاظ کو تو پڑھ سکتی ہے لیکن جملوں کی ترکیب نحوی کی شناخت سے عاجز ہے اسی طرح الفاظ کے تلفظ کو بھی نہیں سمجھ سکتی۔ ایک ہی تلفظ اور ساخت رکھنے والے الفاظ کو ایک ہی معنی کے ساتھ ترجمہ کر سکتی ہے۔

ز۔ ادبیات میں، خاص طور پر شعر و شاعری میں ترجمے کا اصول عام ترجمہ کے اصول سے مختلف ہے۔ ادبی شہپاروں کا ترجمہ کرتے وقت ممکن ہے مترجم کو اصل اقتباس کے جاذب الفاظ کا ترجمہ کرتے وقت متبادل لفظ نہ ملے اور اسکو دقت کا سامنا کرنا پڑے۔ اسی طرح شعر کا تحت لفظ یا فقرہ بہ فقرہ ترجمہ اکثر مضحکہ خیز معنی ادا کرتا ہے۔ شعر کا ترجمہ کرتے وقت شعر کی زبان کو سمجھنا ضروری ہے۔ اگر ایک لفظ دو مختلف معنی کا حامل ہو تو کوشش کی جائے کہ روزمرہ کی لغت کو استعمال میں لایا جائے۔

ح۔ مبداء یا ذریعہ کی زبان سے مطلب کی زبان میں ضرب الامثال اور محاورات کا ترجمہ کرتے وقت بعض اوقات قرین القیاس مفہوم کو لایا جاتا ہے۔ بعض اوقات دونوں زبانوں میں ترجمہ نگار کو یکساں معنی رکھنے والے محاورے اور ضرب الامثال نظر آتے ہیں جیسے فارسی کے ضرب المثل "ہیچ کس نگوید دوغ من ترش است" کے لیے اردو متبادل "اپنی چھاچھ کو کوئی کھٹا نہیں کہتا"، یا "یک انار صد بیمار" (ایک انار سو بیمار)، "کور از خدا چہ خواہد، دو چشم بینا" کے لیے اردو میں "اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں" اور "چوب خدا صدا ندارد" کے لیے "خدا کی لاٹھی بے آواز ہے" مستعمل ہیں۔ جبکہ یکساں معنی اور مختلف ترجمہ رکھنے والے محاورے اور ضرب الامثال بھی موجود ہیں۔ اگر

آپ فارسی کے ضرب المثل "این سبو گر نشکند امروز، فردا بشکند" کا لفظی ترجمہ کریں گے تو "یہ مٹکا آج نہ ٹوٹا تو کل ٹوٹے گا" آئے گا جبکہ اردو میں متبادل ضرب المثل کے لیے "بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی" ہی درست ترجمہ آئے گا۔ یا فارسی محاورہ "آب رفتہ بہ جوی بر نمی گردد" کا درست با محاورہ ترجمہ "گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر" ہے۔ اسی طرح فارسی ضرب المثل "مُشک آنست کہ خود ببوید، نہ آنکہ عطار بگوید" کا با محاورہ انگریزی ترجمہ انگریزی ضرب المثل .Actions speak louder than words ہی درست آئے گا۔ عربی سے ضرب المثل کو لفظی ترجمہ کے ساتھ ادیبوں نے دو انداز سے فارسی میں استعمال کیا ہے۔ عربی کی ضرب المثل ہے؛ "فلان یھدد البط با الشط"، فارسی میں ترجمہ نگاروں نے "یار و مرغابی راازآب می ترساند" اور دوسرے نے "بط راز طوفان چہ باک؟ ماہی را از آب نترسان" ترجمہ کیا ہے جن میں اول ذکر ترجمہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

ترجمہ کے مباحث کو سمیٹتے ہوئے اس فن سے وابستہ ترجمہ نگاروں کے لیے چند ضروری نکات کا خیال رکھنے اور ترجمہ کرتے وقت ان اہم باتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ترجمہ کرنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں اگر ایک ترجمہ نگار رسمی اسناد کا فقرہ بہ فقرہ ترجمہ کرتے وقت ذیل کے قواعد اور باتوں کو ملحوظ خاطر رکھے تو حاصل ترجمہ معیاری بن سکتا ہے:

- جب ترجمہ نگار کوئی نیا متبادل لفظ تجویز کرتا ہے، اسکی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی وضاحت کرے کہ اس نے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ ناگزیر تھا یا مجبور محض؟
- ترجمہ نگار کو چاہیے کہ ترجمہ کرتے وقت کسی مبہم لفظ کی غیر ضروری وضاحت کرنے سے گریز کرے۔
- ترجمے کے دوران وضع کردہ الفاظ و محاورات حسبِ زمانہ اور معروف ہوں۔
- فارسی اور اردو کے مشترکہ ایسے الفاظ جو مختلف معنی ادا کرتے ہیں۔ اُن الفاظ کی شناخت اور معنی کو سمجھنا از حد ضروری ہے کیونکہ بعض صورتوں میں کسی لفظ کو اردو سے فارسی یا فارسی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت ایک ہی لفظ کے معنی کو دونوں زبانوں میں یکساں خیال کرکے عبارت کے معنی کو مضحکہ خیز بنایا جاتا ہے۔
- ترجمہ کے دوران اکثر فارسی اصطلاحات اور الفاظ جو اردو میں مختلف معنی ادا کرتے ہیں، کو اسی معنی میں اردو میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ترجمہ نگار کو یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ الفاظ کے اردو معنی اور رائج الوقت فارسی معانی میں کہیں تصادم تو نہیں۔ فارسی اور اردو کے سینکڑوں مشترک الفاظ ایسے ہیں جو مختلف معانی رکھتے ہیں۔

- دھیان رہے کہ معنی مختلف یا متضاد نہ ہوں۔ جیسے اگر لفظ "دستکاری" کو بلاواسطہ فارسی میں استعمال کیا جائے تو وہ اردو کے معنی ادا نہیں کرتا، بلکہ مضحکہ خیز معنی رکھتا ہے۔ اسی طرح اردو اور فارسی کے کئی ایسے مشترک الفاظ ہیں جو متضاد معنی رکھتے ہیں۔ ان الفاظ کو اردو سے فارسی یا فارسی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔
- جیسا کہ اوپر بین السطور میں تذکرہ کیا گیا کہ کسی مخصوص زبان یا خطہ کی ثقافت کے ادراک کے لیے مقامیت کا مطالعہ و مشق ضروری ہے۔ ثقافتی اصطلاح کے سیاق و سباق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اقتباس میں نہفتہ ثقافتی مندرجات کا ادراک حاصل شدہ ترجمہ کو زیادہ دلکش و جاذب بنا دیتا ہے۔ متن کے پس منظر میں مضمر ثقافتی مناظر و اصطلاحات Cultural bounds terms کے لیے فن ترجمہ کے ماہرین نے جو اصول و قواعد وضع کیے ہیں اسکے مطابق ضروری توضیح و توشیح کے لیے ترجمہ نگار کو وضاحت پیش کرنی کی روش اپنانی چاہیے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر قمر رئیس کی فن ترجمہ سے متعلق ہدایات [۱۰] اور خالد محمود خان کے نظریات [۱۱] کی پیروی کرنا چاہیے۔

حوالہ جات:

[۱] سلیم، وحید الدین، مولوی، وضعِ اصطلاحات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، اشاعت ہفتم ۲۰۱۷ء

[۲] دفتری اصطلاحات (انگریزی۔اردو) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ ۲۰۰۶ء

[۳] آذرنگ، عبدالحسین، تاریخ ترجمہ در ایران، از دوران باستان تا پایان عصر قاجار (فارسی)، انتشارات ققنوس ایران، بیتا۔ ص ۱۷۶

[۴] زرین کوب، عبدالحسین، مترجم محمد بشیر عالمی، ایران کے ادبی ماضی پر ایک نظر، خانہ فرہنگ ج۔ا۔ ایران کراچی پہلا ایڈیشن ۲۰۱۱، ص۔ ۴۵۷

[۵] ایضاً۔ ص۔ ۲۵۶

[۶] ایضاً۔ ص ۲۴۹

[۷] زرین کوب، عبدالحسین، از گذشتہ ادبی ایران، انتشارات بین المللی الھدیٰ تہران، ۱۳۷۵ھ ش، ص۔ ۱۸۹

[۸] زرین کوب، عبدالحسین، مترجم محمد بشیر عالمی، ایران کے ادبی ماضی پر ایک نظر، خانہ فرہنگ ج۔ا۔ ایران کراچی پہلا ایڈیشن ۲۰۱۱، ص ۹۵

[۹] ایضاً، ص ۹۵

[۱۰] قمر رئیس، ڈاکٹر، ترجمہ کا فن اور روایت، سٹی بک پوائنٹ کراچی، ۲۰۱۶ء

[۱۱] خالد محمود خان، فن ترجمہ نگاری؛ نظریات، فکشن ہاوس لاہور، ۲۰۱۹ء

کتابیات:

- قمر رئیس، ڈاکٹر، ترجمہ کا فن اور روایت، سٹی بک پوائنٹ پاکستان، ۲۰۱۶ء
- سلیم، وحید الدین، مولوی، وضعِ اصطلاحات، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت ہفتم ۲۰۱۷ء
- خالد محمود خان، فن ترجمہ نگاری، تاریخِ ترجمہ، فکشن ہاوس، لاہور پاکستان، ۲۰۱۹ء
- خالد محمود خان، فن ترجمہ نگاری، اصطلاحاتِ ترجمہ، فکشن ہاوس، لاہور پاکستان، ۲۰۱۹ء
- خالد محمود خان، فن ترجمہ نگاری، نظریات، فکشن ہاوس، لاہور پاکستان، ۲۰۱۹ء
- آذرنگ، عبدالحسین، تاریخ ترجمہ در ایران، از دور باستان تا پایان عصر قاجار (فارسی)، انتشارات ققنوس ایران۔ سال اشاعت ندارد
- زرین کوب، عبدالحسین، از گذشتہ ادبی ایران (فارسی)، انتشارات بین المللی الہدیٰ تہران، ۱۳۷۵ھ ش (۱۹۹۶ء)
- عالمی، محمد بشیر (مترجم)، ایران کے ادبی ماضی پر ایک نظر، ناشر خانہ فرہنگ ایران کراچی، پہلا ایڈیشن ۲۰۱۱ء

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، جامعہ پشاور

E-mail: yousaf_hussain@uop.edu.pk